

اشارات

بڑے بڑے شہروں میں ہم دیکھتے ہیں کہ سینکڑوں کارخانے بجلی کی قوت سے چل رہے ہیں۔ ریلیں اور ٹرام گاڑیاں رواں دواں ہیں، شام کے وقت دفعۃً ہزاروں قمقے روشن ہو جاتے ہیں، گرمی کے زمانے میں گھر گھر پنکھے چلتے ہیں، مگر ان واقعات سے نہ تو ہمارے اندر حیرت و استعجاب کی کوئی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور نہ ان چیزوں کے روشن یا متحرک ہونے کی علت میں کسی قسم کا اختلاف ہمارے درمیان واقع ہوتا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ ان قمقوں کا تعلق جن تاروں سے ہے ان کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں ان تاروں کا تعلق جس بجلی گھر سے ہے اس کا حال ہم کو معلوم ہے۔ اس بجلی گھر میں جو لوگ کام کرتے ہیں ان کے وجود کا ہم کو علم ہے۔ ان کام کرنے والوں پر جو انجینئر نگرانی کر رہا ہے۔ اس کو بھی ہم جانتے ہیں ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ انجینئر بجلی بنانے کے فن سے واقف ہے، اس کے پاس بہت سی کلیں ہیں، اور ان کلوں کو حرکت دیکر وہ اس قوت کو پیدا کر رہا ہے جس کے جلوے ہم کو قمقوں کی روشنی، پنکھوں کی گردش ریلوں اور ٹرام گاڑیوں کی سیر چکیوں اور کارخانوں کی حرکت میں نظر آتے ہیں پس بجلی کے آثار کو دیکھ کر اس کے اسباب کے متعلق ہمارے درمیان اختلاف رائے واقع نہ ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان اسباب کا پورا سلسلہ ہمارے محسوسات میں داخل ہے، اور ہم اس کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔

فرض کیجئے کہ یہی قمقے روشن ہوتے۔ اسی طرح پنکھے گردش کرتے، یونہی ریلیں اور ٹرام گاڑیاں چلتیں، چکیاں اور شینیں حرکت کرتیں، مگر ہمارے جن سے بجلی ان میں پہنچتی ہے ہماری نظروں سے پوشیدہ

ہوتے، بجلی گھر بھی ہمارے محسوسات کے دائرے سے خارج ہوتا، بجلی گھر میں کام کرنے والوں کا بھی ہم کچھ علم نہ ہوتا، اور یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ اس کارخانے کا کوئی انجنیر ہے جو اپنے علم اور اپنی قدرت سے اس کو چلا رہا ہے۔ کیا اس وقت بھی بجلی کے ان آثار کو دیکھ کر ہمارے دل ایسے ہی مطمئن ہوتے؟ کیا اس وقت بھی ہم اسی طرح ان مظاہر کی علتوں میں اختلاف نہ کرتے؟ ظاہر ہے کہ آپ اس کا جواب نفی میں دیں گے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جب آثار کے اسباب پوشیدہ ہوں، مظاہر کی علتیں غیر معلوم ہوں، تو دلوں میں حیرت کے ساتھ بے اطمینانی کا پیدا ہونا، دماغوں کا اس راز و رستہ کی جستجو میں لگ جانا، اور اس راز کے متعلق قیاسات و آراء کا مختلف ہونا ایک فطری بات ہے۔

اب ذرا اسی مفروضہ پر سلسلہ کلام کو آگے بڑھائیے۔ مان لیجئے کہ یہ جو کچھ فرض کیا گیا ہے، حقیقت عالم واقعہ میں موجود ہے۔ ہزاروں لاکھوں قمقمے روشن ہیں، لاکھوں پنکھے چل رہے ہیں، گاڑیاں دوڑ رہی ہیں، کارخانے حرکت کر رہے ہیں۔ اور ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ان میں کونسی قوت کام کر رہی ہے اور وہ کہاں سے آتی ہے؟ لوگ ان مظاہر و آثار کو دیکھ کر حیران و ششدر ہیں۔ ہر شخص ان کے اسباب کی جستجو میں عقل کے گھوڑے دوڑا رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ سب چیزیں آپ سے آپ روشن یا متحرک ہیں۔ ان کے اپنے وجود سے خارج کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو انھیں روشنی یا حرکت بخشنے والی ہو۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ چیزیں جن مادوں سے بنی ہوئی ہیں انہی کی ترکیب نے ان کے اندر روشنی اور حرکت کی کیفیتیں پیدا کر دی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ اس عالم و آفاقہ سے ماوراء چند دیوتا ہیں جن میں سے کوئی قمقمے روشن کرتا ہے، کوئی ٹرام اور ریلیں چلاتا ہے، کوئی پنکھوں کو گردش دیتا ہے، اور کوئی کارخانوں اور چکیوں کا محرک ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو سوچتے سوچتے تھک گئے ہیں۔ اور آخر میں عاجز ہو کر کہنے لگے ہیں کہ ہماری عقل اس حلقہ کی کتہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

ہم صرف اتنا ہی جانتے ہیں۔ جتنا دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں اس سے زیادہ ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور جو کچھ ہماری سمجھ میں نہ آئے۔ اس کی نہ ہم تصدیق کر سکتے ہیں اور نہ تکذیب۔
یہ سب گروہ ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں مگر اپنے خیال کی تاکید اور دوسرے خیال کی تردید کے لئے ان کے پاس قیاس اور ظن و تخمین کے سوا کوئی ذریعہ علم نہیں ہے۔

اس دوران میں کہ یہ اختلافات برپا ہیں، ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ بھائیو! میرے پاس علم کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ اس ذریعہ سے مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ ان فقہوں، پنکھوں، گاڑیوں، کارخانوں اور چکیوں کا تعلق چند مخفی تاروں سے ہے جن کو تم محسوس نہیں کرتے۔ ان تاروں میں ایک بہت بڑے بجلی گھر سے قوت آتی ہے جس کا ظہور روشنی اور حرکت کی شکل میں ہوتا ہے۔ اس بجلی گھر میں بڑی بڑی عظیم الشان کلیں ہیں جنہیں بے شمار اشخاص چلا رہے ہیں۔ اور ان سب کے اوپر ایک بڑا زبردست انجنیر ہے جس کے علم اور قدرت نے اس پورے نظام کو قائم کیا ہے۔ اور جس کی ہدایت و نگرانی میں یہ سب کام ہو رہے ہیں۔

یہ شخص پوری قوت سے اپنے اس دعوے کو پیش کرتا ہے۔ لوگ اس کو جھٹلاتے ہیں، سب گروہ مل کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اسے دیوانہ قرار دیتے ہیں، اس کو مارتے ہیں، تکلیفیں دیتے ہیں گھر سے نکال دیتے ہیں، گروہ ان سب روحانی اور جسمانی مصیبتوں کے باوجود اپنے دعوے پر قائم رہتا ہے کسی خوف یا لالچ سے اپنے قول میں وزہ برابر ترسیم نہیں کرتا، کسی مصیبت سے اس کے دعوے میں کمزوری نہیں آتی، اور اس کی ہر مہربانیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو اپنے قول کی صداقت پر کامل یقین ہے۔

اس کے بعد ایک دوسرا شخص آتا ہے اور وہ بھی بجنسہ یہی قول اسی دعوے کے ساتھ پیش کرتا ہے،

پھر تیسرا، چوتھا، پانچواں آتا ہے۔ اور وہی بات کہتا ہے جو اس کے پیش روؤں نے کہی تھی اس کے بعد ان آنے والوں کا ایک تانتا بندھ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد سینکڑوں اور ہزاروں سے متجاوز ہو جاتی ہے، اور یہ سب اسی ایک قول کو اسی ایک دعویٰ کے ساتھ پیش کرتے ہیں زمان و مکان اور حالات کے اختلافات کے باوجود ان کے قول میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ سب کہتے ہیں کہ ہمارے پاس علم کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو عام لوگوں کے پاس نہیں ہے۔ سب کو دیوانہ قرار دیا جاتا ہے، ہر طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ہر طریقہ سے ان کو مجبور کیا جاتا ہے کہ اپنے قول سے باز آجائیں، مگر سب کے سب اپنی بات پر قائم رہتے ہیں۔ اور دنیا کی کوئی قوت ان کو اپنے مقام سے ایک انچ نہیں ہٹا سکتی۔ اس عزم و ہمت کے ساتھ ان لوگوں کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں کہ ان میں سے کوئی جھوٹا، چور، خائن، بدکار، ظالم اور حرام خور نہیں ہے۔ ان کے دشمنوں اور مخالفوں کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ ان سب کے اخلاق پاکیزہ ہیں، سیرتیں انتہا درجہ کی نیک ہیں، اور جن نسل میں یہ اپنے دوسرے ابناء کے نوع سے ممتاز ہیں۔ پھر ان کے اندر جنون کا بھی کوئی اثر نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ تہذیب اخلاق، تزکیہ نفس، اور دنیوی معاملات کی اصلاح کے لئے ایسی ایسی تعلیمات پیش کرتے۔ اور ایسے ایسے قوانین بناتے ہیں جن کے مثل بنانا تو درکنار بڑے بڑے علماء و عقلاء کو ان کی باریکیاں سمجھنے میں پوری پوری عمریں صرف کر دینی پڑتی ہیں۔

ایک طرف وہ مختلف انجیال لکھتے ہیں، اور دوسری طرف یہ متحد انجیال مدعی دونوں کا معاملہ عقل سلیم کی عدالت میں پیش ہوتا ہے۔ منج کی حیثیت سے عقل کا فرض ہے کہ پہلے اپنی پوزیشن کو خوب سمجھ لے، پھر فریقین کی پوزیشن کو سمجھے، اور دونوں کا موازنہ کرنے کے بعد فیصلہ کرے کہ کس کی بات قابل ترجیح ہے۔

جمع کی پذیرش یہ ہے کہ خود اس کے پاس امر واقعی کو معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ وہ حقیقت کا علم نہیں رکھتا۔ اس کے سامنے صرف فریقین کے بیانات، ان کے دلائل، ان کے ذاتی حالات اور خارجی آثار و قرائن ہیں۔ انہی پر تحقیق کی نظر ڈال کر اسے فیصلہ کرتا ہے کہ کس کا برحق ہونا غالب ہے۔ مگر اعلیٰیت سے بڑھ کر بھی وہ کوئی حکم نہیں لگا سکتا، کیونکہ مسل پر جو کچھ مواد ہے اس کی بنا پر یہ کہنا اس کے لئے مشکل ہے کہ امر واقعی کیا ہے۔ وہ فریقین میں سے ایک کو ترجیح دے سکتا ہے لیکن قطعیت اور یقین کے ساتھ کسی کی تصدیق یا تکذیب نہیں کر سکتا۔

مکذبین کی پذیرش یہ ہے:۔

- ۱۔ حقیقت کے متعلق ان کے نظریے مختلف ہیں۔ اور کسی ایک نکتہ میں بھی ان کے درمیان اتفاق نہیں ہے، حتیٰ کہ ایک ہی گروہ کے افراد میں بسا اوقات اختلاف پایا گیا ہے۔
- ۲۔ وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ ان کے پاس علم کا کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے۔ جو دوسروں کے پاس نہ ہو۔ ان میں سے کوئی گروہ اس سے زیادہ کسی چیز کا مدعی نہیں ہے کہ ہمارے قیاسات دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ وزنی ہیں۔ مگر اپنے قیاسات کا قیاسات ہو ناسب کو تسلیم ہے۔
- ۳۔ اپنے قیاسات پر ان کا اعتقاد، ایمان و یقین اور غیر متزلزل وثوق کی حد تک نہیں پہنچا ہے۔ ان میں تبدیل رائے کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ ان میں کا ایک شخص کل تک جس نظریہ کو پورے زور کے ساتھ پیش کر رہا تھا۔ آج خود اسی نے اپنے پچھلے نظریہ کی تردید کر دی، او ایک دوسرا نظریہ پیش کر دیا۔ عمر عقل، علم اور تجربے کی ترقی کے ساتھ ساتھ اکثر ان کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔
- ۴۔ مدعیوں کی تکذیب کے لئے ان کے پاس بجز اس کے اور کوئی دلیل نہیں ہے کہ انہوں نے

اپنی صداقت کا کوئی یقینی ثبوت نہیں پیش کیا۔ انہوں نے وہ معنی تارہم کو نہیں دکھائے جن کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ قمقموں اور پنکھوں وغیرہ کا تعلق انہی سے ہے۔ نہ انہوں نے بجلی کا وجود تجربی یا مشاہدہ سے ثابت کیا، نہ بجلی گھر کی ہیں سیرکرائی، نہ اس کی کلوں اور سینوں کا معائنہ کرایا۔ نہ اس کے کارندوں میں سے کسی سے ہماری ملاقات کرائی نہ بھی انجینیر سے ہم کو ملایا۔ پھر ہم کیسے مان لیں کہ یہ سب کچھ حقائق ہیں؟

مدعیوں کی پوزیشن یہ ہے :-

۱۔ وہ سب آپس میں تنفق القول ہیں۔ دعوے کے جتنے بنیادی نکات ہیں ان سب میں ان کے درمیان کامل اتفاق ہے۔

۲۔ ان سب کا متفقہ دعویٰ یہ ہے کہ ہمارے پاس علم کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو عام لوگوں کے پاس نہیں ہے۔

۳۔ ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہم اپنے قیاس یا گمان کی بنا پر ایسا کہتے ہیں، بلکہ رب نے بلا اتفاق کہا ہے کہ انجینیر سے ہمارے خاص تعلقات ہیں..... اس کے کارندے ہمارے پاس آتے ہیں، اس نے اپنے کارخانے کی سیر بھی ہم کو کرائی ہے، اور ہم جو کچھ کہتے ہیں علم و یقین کی بنا پر کہتے ہیں، ظن و تخمین کی بنا پر نہیں کہتے۔

۴۔ ان میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی نے اپنے بیان میں ذرہ برابر بھی تغیر و تبدل کیا ہو۔ ایک ہی بات ہے جو ان میں کا ہر شخص دعوے کے آغاز سے زندہ گی کے آخری سانس تک کہتا رہا ہے۔

۵۔ ان کی سیرتیں انتہا درجہ کی پاکیزہ ہیں۔ جھوٹ، فریب، مکاری، دغا بازی، کاہش، شائبہ الیقول تک نہیں ہے اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ جو لوگ زندگی کے تمام معاملات میں راست رو، اور صادق

ہوں وہ خاص اسی معاملہ میں بالاتفاق کیوں جھوٹ بولیں۔

۶۔ اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ دعویٰ پیش کرنے سے ان کے پیش نظر کوئی ذاتی فائدہ تھا۔ برعکس اس کے یہ ثابت ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر نے اس دعوے کی خاطر اتہا و رجبہ کے مصداق برداشت کئے ہیں جسمانی تکلیفیں سہیں، قید کئے گئے، مارے اور پیٹے گئے، جلا وطن کئے گئے، بعض قتل ہو گئے، حتیٰ کہ بعض کو آرے سے چیر ڈالا گیا، اور چند کے سوا کسی کو بھی خوش حالی و فاریغ البالی کی زندگی میسر نہ ہوئی۔ لہذا کسی ذاتی غرض کا الزام ان پر نہیں لگایا جاسکتا، بلکہ ان کا ایسے حالات میں اپنے دعوے پر قائم رہنا، یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کو اپنی صداقت پر اتہا و رجبہ کا یقین تھا، ایسا یقین کہ اپنی جان بچانے کے لئے بھی ان میں سے کوئی اپنے دعوے سے باز نہ آیا۔

۷۔ ان کے متعلق محبوں یا فاترالعقل ہونے کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔ زندگی کے تمام معاملات میں وہ سب کے سب غایت درجہ دانشمند اور سلیم العقل پائے گئے ہیں۔ ان کے مخالفین نے بھی اکثر ان کی دانشمندی کا لوہا مانا ہے۔ پھر یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ ان سب کو اسی خاص معاملہ میں جنوں لاحق ہو گیا ہو؟ اور معاملہ بھی کیسا؟ جو ان کے لئے زندگی اور موت کا سوال بن گیا، جس کے لئے انہوں نے دنیا بھر کا مقابلہ کیا ہو، جس کی خاطر وہ سالہا سال دنیا سے لڑتے رہے ہوں، اور جو ان کی ساری تعلیمات و تعلیمات کا (جن کے عاقلانہ ہونے کا بہت سے مکذبین کو بھی اعتراف ہے) اصل المصول ہو۔

۸۔ انہوں نے خود بھی یہ نہیں کہا کہ ہم انجینیئر یا اس کے کارندوں سے تمہاری ملاقات کر سکتے ہیں یا اس کا معنی کارخانہ تمہیں دکھا سکتے ہیں۔ یا تجربہ اور مشاہدہ سے اپنے دعوے کو ثابت کر سکتے ہیں وہ خود ان تمام امور کو ”غیب“ سے تعبیر کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تم ہم پر اعتبار کرو، اور جو کچھ ہم بتاتے ہیں اسے مان لو۔

فریقین کی پوزیشن اور ان کے بیانات پر غور کرنے کے بعد عقل کی عدالت اپنا فیصلہ صادر کرتی ہے وہ کہتی ہے کہ چند خارجی مظاہر و آثار کو دیکھ کر ان کے باطنی اسباب و علل کی جستجو و دونوں فریقوں نے کی ہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے نظریات پیش کئے ہیں۔ بادی النظر میں سب کے نظریات اس لحاظ سے یکساں ہیں کہ اولاً ان میں سے کسی میں استحالہ عقلی نہیں ہے یعنی قوانین عقلی کے لحاظ سے کسی نظریہ کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا صحیح ہونا غیر ممکن ہے، اور ثانیاً ان میں سے کسی کی صحت تجربے یا شاہدے سے ثابت نہیں کی جاسکتی۔ نہ فریق اول میں سے کوئی گروہ اپنے نظریات کا کوئی ایسا سائنٹفک ثبوت دے سکتا ہو جو شخص کو یقین کرنے پر مجبور کر دے، اور نہ فریق ثانی اس پر قائل یا اس کا مدعی ہے لیکن مزید غور و تحقیق کے بعد چند امور ایسے نظر آتے ہیں جن کی بنا پر تمام نظریات میں سے فریق ثانی کا نظریہ قابل ترجیح قرار دیا جاتا ہے۔ اولاً کسی نظریہ کی تائید اتنے کثیر التعداد عقلی پاک سیرت، صادق القول آدمیوں نے متفق ہو کر اتنی قوت اور اتنے یقین و ایمان کے ساتھ نہیں کی ہے۔

ثانیاً، ایسے پاکیزہ کیرکٹر اور اتنے کثیر التعداد لوگوں کا مختلف زمانوں اور مختلف مقامات میں اس دعویٰ پر متفق ہو جانا کہ ان سب کے پاس ایک غیر معمولی ذیہ علم ہے، اور ان سب نے اس ذریعہ سے خارجی مظاہر کے باطنی اسباب کو معلوم کیا ہے، ہم کو اس دعویٰ کی تصدیق پر مائل کر دیتا ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ اپنی معلومات کے متعلق ان کے بیانات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو معلومات انہوں نے بیان کی ہیں ان میں کوئی استحالہ عقلی نہیں ہے، اور نہ یہ بات قوانین عقلی کی بنا پر محال قرار دی جاسکتی ہے کہ بعض انسانوں میں کچھ ایسی غیر معمولی قوتیں ہوں جو عام طور پر دوسرے انسانوں میں نہ پائی جاتی ہوں۔

ثالثاً خارجی مظاہر کی حالت پر غور کرنے سے بھی اعلیٰ یہ معلوم ہوتا ہے کہ فریق ثانی کا نظریہ صحیح ہو۔ اس لئے کہ قہقہے، ہنسی، گھڑیاں، کارخانے وغیرہ نہ تو آپ سے آپ، دشمن اور متحاربوں

کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ان کا روشن اور متحرک ہونا ان کے اپنے اختیار میں ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔
 نہ ان کی روشنی و حرکت ان کے مادہ جسمی کی ترکیب کا نتیجہ ہے، کیونکہ جب وہ متحرک اور روشن نہیں
 ہوتے اس وقت بھی یہی ترکیب جسمی موجود رہتی ہے، اور نہ ان کا الگ الگ قوتوں کے زیر اثر ہونا
 صحیح ہے، کیونکہ بسا اوقات جب قہمقوں میں روشنی نہیں ہوتی تو پچھلے بھی بند ہوتے ہیں۔ ٹرام کاریں
 بھی موقوف ہو جاتی ہیں اور کارخانے بھی نہیں چلتے۔ لہذا خارجی نظام ہر کی توجیہ میں فریق اول کی طرز
 سے جتنے نظریات پیش کئے گئے ہیں وہ سب بعید از عقل و قیاس ہیں۔ زیادہ صحیح یہی بات معلوم ہوتی
 ہے کہ ان تمام نظام ہر میں کوئی ایک قوت کارفرما ہوا اور اس کا سرشت کسی ایسے حکیم کے ہاتھ میں ہو۔
 جو ایک مقرر نظام کے تحت اس قوت کو مختلف مظاہر میں صرف کر رہا ہو۔

باقی رہا تکلیف کا یہ قول کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی، اور جو بات ہماری سمجھ میں نہ آئے
 اس کی تصدیق یا تکذیب ہم نہیں کر سکتے، تو حاکم عقل اس کو بھی درست نہیں سمجھتا۔ کیونکہ کسی واقعہ کا
 واقعہ ہونا اس کا محتاج نہیں ہے کہ وہ سننے والوں کی سمجھ میں بھی آجائے۔ اس کے وقوع کو تسلیم کرنے کے لئے
 معتبر اور متواتر شہادت کافی ہے۔ اگر ہم سے چند معتبر آدمی اگر یہ کہیں کہ ہم نے زمین مغرب میں آدمیوں کو لوہے
 کی گاڑیوں پر بٹھ کر ہوا پر اڑتے دیکھا ہے، اور ہم اپنے کانوں سے لندن میں بٹھ کر امریکہ کا گانا سن آئے ہیں،
 تو ہم صرف یہ دیکھیں گے کہ یہ لوگ جھوٹے اور سحرے تو نہیں ہیں؟ ایسا بیان کرنے میں ان کی کوئی ذاتی عرض
 تو نہیں ہے؟ ان کے دماغ میں کوئی فتور تو نہیں ہے؟ اگر ثابت ہو گیا، کہ وہ نہ جھوٹے ہیں، نہ سحرے، نہ دیوانے
 نہ ان کا کوئی ذاتی مفاد اس روایت کی اشاعت سے وابستہ ہے، اور اگر ہم نے دیکھا کہ اس کو بلا اختلاف
 بہت سے سچے اور عقلمند لوگ پوری تجیدگی کے ساتھ بیان کر رہے ہیں، تو ہم یقیناً اس کو تسلیم کر لیں گے۔
 خواہ لوہے کی گاڑیوں کا ہوا پر اڑنا اور کسی مادی واسطہ کے بغیر ایک جگہ کا گانا کئی ہزار میل کے فاصلہ پر

سنائی دنیا کسی طرح ہماری سمجھ میں نہ آتا ہو۔

یہ اس معاملہ میں عقل کا فیصلہ ہے۔ مگر تصدیق و یقین کی کیفیت جس کا نام ”ایمان“ ہے اس سے پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے لئے وجدان کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے دل کے ٹھک جانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ اندر سے ایک آواز آئے۔ جو کذب شک اور مذہب کی تمام کیفیتوں کا خاتمہ کر دے، اور صاف کہہ دے کہ لوگوں کی ساری قیاس آرائیاں باطل ہیں۔ سچ وہی ہے جو سچے لوگوں نے قیاس سے نہیں، علم و بصیرت کی روش سے بیان کیا ہے۔